الاربعین من
مختصرات البخاری

تالیف

پروفیسر مولانا محمد اشرف خان
صدر شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی

ناشر
مکتبہ دارالشرق
نزد اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی
پوسٹ بکس ۸۴۵
قیمت سات روپے

پشاور یونیورسٹی کا تجویز کردہ نصاب

برائے

بی اے / بی ایس سی

مسمّٰی بہ

الاربعین من مختصرات البخاری

مؤلفہ

پروفیسر مولانا محمد اشرف خان
صدر شعبۂ عربی. پشاور یونیورسٹی

مکتبہ دار الشرق. نزد اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی
پوسٹ بکس: 845

نام کتاب ـــــــــــــــ الاربعین من مختصرات البخاری

مؤلف ـــــــــــــــ پروفیسر محمد اشرف خان سلیمانی
صدر شعبۂ عربی۔ پشاور یونیورسٹی

ناشر ـــــــــــــــ دارالشرق

مطبع ـــــــــــــــ حمنی سنٹر پرنٹرز پشاور

تعداد بار اول ـــــــــــــــ تین ہزار (۳۰۰۰)

کتابت ـــــــــــــــ محمد نعیم صدیقی

قیمت ـــــــــــــــ

تاریخ اشاعت ـــــــــــــــ

فہرست مضامین

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمدللہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین

اصطفی۔ امابعد:

اللہ تعالیٰ جل وعلا شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اس ناچیز و ناتواں بندہ کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کو آپ تک پہنچانے کی خدمت کا ذریعہ بنایا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

منت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمے کنی

منت شناس ازو کہ بہ خدمت گذاشتت

- یہ کتاب پشاور یونیورسٹی کے تجویز کردہ بی اے / بی ایس سی کے کورس کے مطابق لکھی گئی ہے
- کتاب ہذا صحیح بخاری کی چالیس احادیث پر مشتمل ہے۔ صحیح بخاری عظیم الشان اور ایسی کتاب ہے کہ جس کے بارے میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ کہ یہ قرآن کریم کے بعد دنیا میں سب سے صحیح ترین کتاب ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "جوامع الکلم" سے بھی نوازا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختصر اور تھوڑے الفاظ میں علم وحکمت کے وہ موتی اور جواہر بکھیر دیئے ہیں کہ جن کا کما حقہ احاطہ کرنا حد امکان بشر سے باہر اور خارج ہے۔

- پیش خدمت اوراق میں جو احادیث پیش کی گئی ہیں وہ گو الفاظ کے لحاظ سے مختصر ہیں۔ لیکن اپنے اندر علوم ومعارف کے بے پناہ سمندر سموئے ہوئے ہیں۔ اور زندگی کے ہر پہلو پر حاوی اور محیط ہیں۔
- طلباء کی سہولت کے پیش نظر ترجمہ بھی کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کے معنی بھی لکھے گئے۔ اور ہر حدیث کی مختصر تشریح بھی کر دی گئی۔
- اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس سعی کو قبول فرمائے۔ اور ہم سب کو ان ارشادات پاک کو حرز جان بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب؛

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد

وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

اُمیدوار رحمت

محمد اشرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث (۱)

اخلاص نیت

...... قَالَ اَخبرنی محمد بن ابراهیم التیمی انه سمع علقمة بن وقاص ن اللیثی یقول سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوٰى (الحدیث) (صحیح بخاری ص۲ ج:۱)

ترجمہ :- مجھے محمد بن ابراہیم تیمی نے خبر دی کہ انہوں نے علقمہ بن وقاص لیثی سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر (یہ) فرماتے ہوئے سُنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔ اور ہر آدمی کو وہی ملے گا۔ جو اُس نے نیت کی

الفاظ کی تشریح :- سَمِعَ ، اس نے سنا ، سَمِعْتُ :- میں نے سنا
اَلْاَعْمَالُ :- العمل کی جمع ہے ، معنی عمل

اَلنِّيَاتُ :۔ اَلنِّيَّةُ کی جمع ہے نیت، ارادہ

اِمْرِئٍ :۔ آدمی

نَوٰی :۔ اس نے نیت کی

تشریح :۔

یہ صحیح بخاری کی پہلی حدیث ہے۔ اسلام میں اخلاصِ نیت کو بہت ہی زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ نیت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہو تو بڑے سے بڑا نیک عمل بھی اللہ تعالےٰ کے نزدیک قبول نہیں، اور نیت خالص ہو تو چھوٹے سے چھوٹا عملِ صالح بھی اجر و ثواب دلاتا ہے۔ نیت تمام اعمال کی جڑ ہے۔ اور اجر و ثواب اور عذاب و عقاب کا دارو مدار انسان کی نیت پر ہے۔ لہٰذا نیک عمل کرتے وقت دل کو ٹٹولتے رہنا چاہیئے کہ کہیں نیت میں غیر اللہ تو شریک نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نیت کے خالص کرنے اور خالص رکھنے کی اہمیت کے پیش نظر اس حدیث کو سب سے پہلے لائے ہیں۔

حدیث۔ (۲)

حیا ایمان کی ایک شاخ ہے

مَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ
الْاِیْمَانِ (صحیح بخاری۔ ج ۱۔ ص ۶)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی کچھ ساٹھ سے اوپر شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے

تشریح الفاظ:۔

بِضْعٌ :۔ تین سے لے کر ۹ تک کی تعداد
سِتُّوْنَ :۔ ساٹھ (۶۰)
شُعْبَةٌ :۔ شاخ
اَلْحَیَاءُ :۔ شرم و حیا۔ ملامت کے خوف سے چھوڑنا

تشریح:۔

اس حدیث سے حیاء کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ حیاء کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ قرار دیا ہے۔ حیاء سے مراد وہ قلبی کیفیت ہے، جسکی وجہ سے ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے منع کی ہوئی چیزوں سے بچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف اور لحاظ سے برائیوں اور فواحش سے بچنے کا دوسرا نام حیاء ہے۔ جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ ہو، حیاء ہو، مروت ہو، تو وہ اپنے ظاہر و پوشیدہ، خلوت وتنہائی اور جلوت و بزم آرائی میں ہر اس امر کے ارتکاب سے اجتناب و پرہیز کرے گا۔ جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ناپسندیدہ اور قابل ترک ہو جو اخلاقاً یا عرفاً ناپسندیدہ ہو۔ اور یا مروت کے خلاف ہو۔ اور جو بے حیائی کا کام ہو۔

اسی جذبے سے ایمان و اعمال پر قائم رہتے ہوئے گناہوں سے بچنے کی توفیق ملتی ہے۔ اور اسی سے ایمان کو تقویت وقوت نصیب ہوتی ہے۔

حدیث مذکورہ میں اسی اہمیت کے لحاظ سے اس جذبۂ حیاء کو ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ قرار دیا گیا ہے۔ حیاء کا گناہوں سے بچنے میں زبردست ہاتھ ہے، اگر حیاء کا جذبہ نصیب ہوا تو ہر قسم کے گناہوں سے بچنا فطرت ثانیہ بن جائے گا

حدیث ۱۲

ایثار کا بیان

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ

(صحیح بخاری ص۶ ج:۱)

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہٗ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے

تشریح الفاظ:۔ لَا یُؤْمِنُ:۔ مومن نہیں ہوتا۔ ایمان نہیں لاتا۔

یُحِبُّ:۔ پسند کرتا ہے، مضارع کا صیغہ ہے

اَخِیْہِ:۔ دو لفظوں سے بنا ہے "اخ" اور ضمیر "ہ" اَخٌ کے معنی بھائی کے ہیں "ہ" ضمیر واحد غائب ہے

تشریح:

اِس حدیث میں اسلامی آداب معاشرت کے ایک بڑے اہم اصول کی طرف اشارہ ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیتا ہے

اور ان سے ایک دوسرے کے بارے میں ایثار و قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔

لَا یُؤْمِنُ " مومن نہیں ہوتا " سے مراد ہے " کامل مومن نہیں ہوتا"

ایمان کی تکمیل اسی سے ہوتی ہے کہ قربانی اور ایثار سے کام لیتے ہوئے اپنے مسلمان بھائی کے لئے ہر اس چیز اور بات کو پسند کرے اور چاہے جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا اور چاہتا ہے۔

ارشاد بالا کے بموجب جب تک یہ جذبہ مفقود ہوگا۔ اس وقت تک کوئی مسلمان، کامل مؤمن اور مسلمان نہیں ہوگا۔ مسلمانوں کو اسی جذبے سے سرشار ہونے اور اسی وصف سے ہمکنار ہونے کا حکم ہے۔

مسلمانوں کے باہمی شیرازہ بندی کے واسطے اس جذبے کو اپنانا نہایت ضروری ہے۔ اور یہ ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے

حدیث (۴)

اپنی ایذاء رسانی سے دوسرے مسلمانوں کو بچانا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔

(صحیح البخاری ص۹ ج:۱)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہٗ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

الفاظ کی تشریح:۔ سَلِمَ:۔ محفوظ رہا۔ ماضی کا صیغہ ہے

اَلْمُسْلِمُوْنَ:۔ المسلم کی جمع ہے۔ مسلمان

لِسَان:۔ زبان

یَدٌ:۔ ہاتھ

تشریح:۔ اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے، کہ مسلمان سراپا امن وسلامتی کا پیغام دہندہ ہوتا ہے، مسلمان اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے کسی دوسرے مسلمان کو کسی قسم کی تکلیف و آزار نہیں دیتا۔ اس کے ہاتھ

اور اس کی زبان کی ایذاء سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوتے ہیں۔ اور جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تو ایسا شخص مسلمانِ کامل نہیں ہے۔

——— یہ ایک ایسا اصول ہے کہ اس پر کاربند ہو کر آخرت کی کامیابیوں کے علاوہ اس دنیا میں بھی کامیابی و کامرانی اور امن و سلامتی اور خوشی و شادمانی کی زندگانی میسر آسکتی ہے۔ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا راز اسی میں مضمر ہے۔ کہ وہ آپس میں، ایک دوسرے کو اپنے ہاتھ اور اپنی زبان کی ایذاء رسانی سے محفوظ رکھیں۔ اور کامل مسلمان بنیں۔

حدیث (۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ
وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (صحیح بخاری ص ۱۱۲)

ترجمہ :- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک میں اس کو اپنے باپ اور اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں

الفاظ کی تشریح :- لَا یُؤْمِنُ :- ایمان نہیں لاتا۔ مومن نہیں ہوتا

اَکُوْنَ :- واحد متکلم فعل مضارع ہے۔ اس کا مصدر ہے کون، کیانا اور کینونتہ ہے۔ جس کے معنی ہیں واقع ہونا، نو پیدا ہونا، پایا جانا۔ ہونا۔ یہاں اکون کا معنی ہے "میں ہوں"

اَحَبَّ :- اسم تفضیل ہے۔ زیادہ محبوب

اَلنَّاسُ :۔ لوگ

تشریح :۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو جزو ایمان ہونا بتایا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنا فرض ہے اور یہ محبت ایسی ہو کہ دیگر تمام محبتوں سے زیادہ اور بڑھ کر ہو۔

حدیث شریف میں " لَا یُؤْمِنُ " (یعنی مومن نہیں ہوتا) کے الفاظ آئے ہیں۔ یہاں اس سے کامل مُؤمن ہونا مراد ہے۔ یعنی مطلب یہ ہوا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل (پورا) مومن نہیں ہو سکتا......

— لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسکی (عقلی اور شرعی) محبت دیگر سب محبتوں سے زیادہ ہو۔ ورنہ اس کا ایمان ناقص اور غیر کامل ہوگا

حدیث (۶)

منافق کی نشانیاں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: آیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

(صحیح بخاری صـ۱۰ ج-۱)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین (۳) نشانیاں ہیں، جب بات کہے جھوٹ کہے۔ اور جب وعدہ کرے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے

الفاظ کی تشریح:-

آیَةٌ :- علامت۔ نشانی

حَدَّثَ : اس نے بات کی

اُؤْتُمِنَ :- اسے امانت دار بنایا گیا۔ امانت سپرد کی گئی

خَانَ : اس نے خیانت کی

تشریح :- اس حدیث شریف میں منافق کی نشانیاں بتلائی گئی ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں منافق وہ شخص ہوتا ہے۔ جس کے دل میں کفر و شرک بھرا ہو۔ اور زبان سے ایمان کا اظہار کرتا ہو۔ دلوں کا حال علّام الغیوب ، اللہ جل وعلا شانہ جانتا ہے۔ اور اسی کے بتانے سے کسی شخص کا نفاق معلوم ہو سکتا ہے ۔ منافقین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تھے۔ کیونکہ اس وقت سلسلہ وحی جاری تھا۔ اور اللہ تعالٰے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی تبلا دیتے تھے کہ فلاں فلاں منافق ہے۔

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ وحی ختم ہوا ہے۔ لہٰذا کسی کے دل کی حالت کے معلوم ہونے کا کوئی یقینی ذریعہ باقی نہیں رہا کہ اس کی بناء پر کسی پر منافق کا حکم لگایا جا سکے ۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ یہ خصلتیں نفاق کی ہیں۔ اور جو ان خصلتوں کا حامل ہو۔ وہ منافق کے مشابہ ہے۔ یا اِس میں عملی نفاق ہے۔ عملی نفاق کفر نہیں ہے۔ باقی دل کا علم اللہ تعالٰی کو ہے۔

حدیث (۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کی سزا

قَالَ اَنَسٌ اِنَّهٗ لَيَمْنَعُنِيْ اَنْ اُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ ۔ (صحیح بخاری ص۲۱ ج ۱)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے تم سے بہت سی حدیثیں بیان کرنے سے یہی بات مانع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے ۔ وہ اپنا ٹھکانا آگ (دوزخ) میں بنالے

الفاظ کی تشریح:۔

يَمْنَعُ :۔ منع کرتا ہے ۔ باز رکھتا ہے ۔

نِيْ :۔ مجھے

لَيَمْنَعُنِيْ :۔ مجھے باز رکھتا ہے ۔ منع کرتا ہے

اُحَدِّثُ :۔ حدیث بیان کرتا ہوں ۔ حدیث بیان کروں

تَعَمَّدَ :۔ اس نے قصداً کیا ۔ اس نے دیدہ و دانستہ کوئی کام کیا ۔ اس نے قصد و ارادہ کیا

فَلْیَتَبَوَّءْ : " ف " پس ۔ تو
لِیَتَبَوَّءْ : ٹھکانا بنالے } پس وہ ٹھکانا بنالے

مَقْعَدُہٗ :۔ بیٹھنے کی جگہ ۔ سیٹ

النَّارُ :۔ آگ (دوزخ)

تشریح

اس حدیث میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات کو منسوب کرنا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو۔ بہت ہی بڑا جرم ہے اور بہت ہی بڑا گناہ ہے ۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ہر قول اور ہر فعل دین ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ کی طرف کوئی ایسا امر منسوب کرنا "دین" کے ساتھ " غیر دین " کو شامل کرنا ہے۔ جس کے جرم عظیم ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے ۔ اور اس جرم عظیم کی سزا دوزخ کی آگ ہونا ظاہر ہی ہے۔

اسی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر تھا کہ ہمارے اسلاف و بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر علماء دین احادیث نبویہ کے بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے ۔ اور اسی احتیاط کے نتیجے میں کئی علوم مثلاً علم اسماء الرجال اور علم الجرح والتعدیل وغیرہ وجود میں آئے

حدیث (۸)

مسلمان کو گالی دینے اور اس سے لڑنے کا حکم

عَنْ عَبْدِ اللہِ۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ۔

(بخاری شریف صد ۸۹۳ ج۔ ۲)

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے (مسلمان سے) لڑنا کفر ہے۔

الفاظ کی تشریح :

سِبَابٌ :۔ گالی دینا

فُسُوْقٌ :۔ حق اور صلاح کے راستے سے ہٹ جانا۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت سے نکل جانا۔ بدکار ہونا

قِتَالٌ :۔ لڑنا۔ دشمنی کرنا۔

تشریح :۔ اِس حدیث شریف میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلمان

کو گالی دینے کو فسق اور اس سے لڑنے کو کفر قرار دیا۔ اس وعید سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ کسی مسلمان کو گالی دینا کتنا بڑا اور کتنا قبیح گناہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی طاعت سے نکلنا تبلایا گیا۔ یہی گالی گلوچ اور بدکلامی اکثر دوسرے بڑے بڑے گناہوں اور جرائم کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ جس سے بعض اوقات خاندانوں کے خاندان تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

گالی گلوچ سے بڑھ کر لڑنے جھگڑنے کی نوبت آتی ہے۔ اس لڑنے جھگڑنے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کا کام تبلاکر اس کی قباحت اور برائی اور اس کے بڑے جرم اور گناہ ہونے کو خوب واضح فرمایا۔

یہاں یہ بات بھی واضح کرنی ضروری ہے کہ حدیث میں مسلمان سے لڑنے کو جو کفر بتایا گیا۔ اس میں یہ قید ضرور ہے کہ اس جرم کا مرتکب اپنے اس جرم و گناہ کو حلال سمجھ بیٹھے۔ کہ حرام کو حلال قرار دینا اور حلال کو حرام قرار دینا کفر ہے۔

بہرحال کسی مسلمان کو گالی دینا اور اس کے ساتھ دشمنی کرنا اور لڑنا بہت ہی بڑا گناہ ہے اور جرم ہے۔ مسلمانوں کو اس قبیح کام کے کرنے سے باز رہنے کی تلقین اور اس سے بچنے کا حکم دیا گیا

حدیث (۹)

ارکان اسلام

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ
وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ
وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

(صحیح بخاری ص۶ ج-۱)

ترجمہ :- عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر اٹھائی گئی ہے۔ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز ادا کرنا، اور حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔

الفاظ کی تشریح :-

بُنِيَ :- تعمیر کی گئی۔ یہ واحد غائب مذکر فعل ماضی مجہول کا صیغہ ہے

اور اس کا مصدر ہے بُنْیًا ، بِنَاءً ، بُنْیَانًا۔ جس کے معنی ہیں تعمیر کرنا۔

صَوْمٌ :۔ روزہ

تشریح

اِس حدیث میں اسلام کے پانچ ارکان (۱) کلمہ شہادت (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) حج (۵) ماہ رمضان کے روزے رکھنا ذکر ہیں۔ ان ارکان میں سے کلمہ، نماز اور روزہ تو ہر مسلمان پر فرض ہیں۔ لیکن زکوٰۃ اور حج صرف مالدار لوگوں پر فرض ہیں۔

ایمان اور اسلام، ضروریاتِ دین پر یقین و عمل سے عبارت ہے جن کے بغیر ایمان و اسلام کا تحقق نہیں ہوتا، ان ضروریاتِ دین میں سے مذکورہ پانچ امور اصلِ اصولِ دین اور اساسِ اسلام ہیں۔ اور اسلامی دنیا میں ان کا نام ہی ارکانِ اسلام قرار پایا ہے۔

حدیثِ مذکورہ میں ان کی اس اہمیت و ضرورت کی طرف اشارہ ہے اور مسلمانوں کو ان کے اپنانے اور ان پر کاربند ہونے کا حکم ہے۔

حدیث (۱۰)

نمازِ باجماعت کی فضیلت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً (صحیح بخاری ص۸۹ ج۱)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز اکیلے شخص کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

الفاظ کی تشریح

تَفْضُلُ :- فضل سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں بڑھ جانا، زیادہ ہونا۔ فضیلت رکھنا:- لہٰذا تَفْضُلُ کے معنی ہوئے فضیلت رکھتی ہے زیادہ ہوتی ہے۔ بڑھ جاتی ہے

اَلْفَذُّ :- فذ کے معنی ہیں اکیلا

سَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ : ستائیس (۲۷)

تشریح :-

اس حدیث میں جماعت کی نماز کی فضیلت بتلائی گئی ہے اور یہ بتایا گیا کہ باجماعت نماز، اکیلے طور پر نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ثواب واجر کی حامل ہے۔ لہٰذا اس کا اہتمام چاہیئے۔ علاوہ ازیں نمازِ باجماعت بعض آئمہ کے نزدیک فرضِ عین اور بعض کے نزدیک فرض کفایہ ہے۔ ہمارے (احناف) کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔

لہٰذا نماز باجماعت کے بارے میں سستی اور تساہل سے کام لے کر بلا عذر اس کو ترک کرنا ایک فرض یا ایک سنت مؤکدہ کا چھوڑنا ہے۔ جو گناہ کبیرہ ہے اور موجب عذاب ہے۔

دوسری احادیث میں نماز باجماعت کی تاکید اور فضیلت اور اس کے چھوڑنے اور ترک پر بہت ہی زیادہ وعیدیں آئی ہیں۔ لہٰذا ان فضائل اور اجر وثواب کے حصول کی خاطر اور وعیدوں اور عذاب وعقاب سے بچنے کی خاطر مسجدوں میں جاکر نماز باجماعت ادا کرنے کا خوب اہتمام کرنا چاہیئے۔ اور بلا وجہ اور بلا عذر ترکِ جماعت کے گناہ کا مرتکب نہ ہونا چاہیئے

حدیث (۱۱)

رمضان کا ثواب

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔ (صحیح بخاری ص ۲۶۹ ج: ۱)

ترجمہ :۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص رمضان (کی راتوں) میں ایمان رکھ کر اور ثواب کی نیت سے کھڑا رہے، اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے

قَامَ :۔ کھڑا ہوا، یہاں مراد ہے نماز میں کھڑا ہو۔

اِحْتِسَابٌ :۔ ثواب اور عوض کی امید رکھنا۔

تَقَدَّمَ :۔ جو پہلے کیا۔ جو آگے گیا، یہاں مراد ہے جو پہلے کر چکا

ذَنْبٌ :۔ گناہ

تشریح

رمضان میں عبادات کا ثواب ویسے بھی غیرِ رمضان کے اوقات کی بہ نسبت ستر گناہ زیادہ ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں قیامِ رمضان کے ثواب کا ذکر ہے۔ قیامِ رمضان سے کیا مراد ہے ؟ تو اس کے بارے میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ "قیامِ رمضان سے مراد نمازِ تراویح ہے۔"

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ قیامِ رمضان سے رات کو نفل پڑھنا مراد ہے۔ بہرحال رمضان کی راتوں میں تراویح کی نماز ہو یا تہجد کی نماز ہر دو مراد ہوسکتی ہیں۔

گناہوں کی بخشش سے مراد صغیرہ گناہوں کی بخشش ہے۔ کبیرہ گناہوں کیلئے توبہ اور استغفار ضروری ہے۔

حدیث (۱۲)

مریض اور مسافر کے اعمال کا ثواب

...... فَقَالَ لَهُ اَبُوْبُرْدَةَ سَمِعْتُ اَبَا مُوْسٰی مِرَارًا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا۔ (بخاری صفحہ ۴۲۰ ج ۱)

ترجمہ:۔ ابو بردہ نے اس سے (یزید بن ابی کبشہ سے) کہا کہ میں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو کئی بار یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہو جاتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لئے اتنا ہی (عمل کا ثواب) لکھا جاتا ہے۔ جتنا کہ وہ حالتِ اقامت میں یا حالتِ صحت میں کرتا تھا۔

الفاظ کی تشریح:۔

اِذَا:۔ جب

مَرِضَ:۔ بیمار ہو گیا۔ یہاں معنی ہیں بیمار ہو جائے

اَوْ :- یا

سَافَرَ :- سفر کیا۔ یہاں معنی ہیں سفر کرے

کَانَ یَعْمَلُ :- عمل کرتا تھا۔

تشریح :- اِس حدیث میں اس امر کا بیان ہے، کہ اگر کوئی شخص کوئی عمل کرتا ہو۔ اور پھر کسی عذر کی وجہ سے اس عمل پر قدرت نہ ہو تو اسکو اِسی طرح پورا پورا ثواب ملتا ہے۔ جس طرح کہ وہ عذر نہ ہونیکی صورت میں عمل کرتا تھا۔

یہاں دو بڑے عذروں کا بیان ہوا ہے۔ بیماری اور سفر حدیث کی روشنی میں متعین ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی بیماری سے پہلے ایک عمل کرتا تھا۔ اور پھر بوجہ بیماری اس پر قدرت نہ رہی تو اس کو حالتِ بیماری میں بھی حالتِ صحت میں عمل کرنے کی طرح اجر و ثواب دیا جائے گا۔ اور یہی حال سفر کا بھی ہے کہ حالتِ سفر میں بوجہ سفر جن اعمال کے کرنے کی طاقت نہیں رہی ان کا بھی اسی طرح پورا پورا اجر ملے گا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ حالتِ اقامت میں ان اعمال کو کرتا تھا۔

حدیث - (۱۲)

علمِ دِین کی فضیلت

قَالَ حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَانِ سَمِعْتُ مُعَاوِیَةَ خَطِیْبًا یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ

(بخاری ص۱۶ ج ۱)

ترجمہ :- حمید بن عبدالرحمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسکو دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔

الفاظ کی تشریح :-

خَطِیْبٌ :- خطابت سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی ہیں خطبہ دینے والا۔ تقریر کرنے والا۔

مَنْ : کوئی شخص، وہ شخص، جو شخص، جو کہ، وہ کہ۔

مَنْ :- ارادہ کرے۔ چاہے

یُفَقِّهْهُ :- دو لفظوں سے بنا ہے "یُفَقِّہ" اور "ہُ" اسم ضمیر غائب

بمعنی وہ۔ اسے "یُفَقِّهْهُ" : اسکو سمجھاتا ہے۔ اسے سمجھ دیتا ہے

تشریح :-

حدیث میں اشارہ ہے کہ علم دین کی سمجھ بڑی خیر ہے۔ اور یہ نعمت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں تو اس کو دین کا علم اور دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔ علم اور علم کی سمجھ ایسی چیزیں ہیں جن کے ذریعے انسان علم وعمل کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہو سکتا ہے اور دین و آخرت کی جملہ خیرات و برکات سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

علم دین ایسی نعمت ہے جس کے ذریعے انسان اپنے پروردگار کے اوامر اور منہیات سے واقف ہو کر صحیح طور پر عمل کر سکتا ہے۔ اور اسکی برکت سے اپنے رب کی معرفت و پہچان کو حاصل کر سکتا ہے۔

علم دین ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کے دل میں چاہے ودیعت فرماتے ہیں اور وہ خوش قسمت بندہ اللہ تعالیٰ کے اس نور کے ذریعے علم وعمل اور عرفانِ الٰہی کے اعلیٰ سے اعلیٰ تر مقام پر فائز ہوتا رہتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس نور اور نعمت کا مقابلہ دنیا کی اور کون سی نعمت کر سکتی ہے؟ حدیث مذکور میں اسی کی طرف اشارہ کرکے علم دین کے حصول کی ترغیب دی گئی ہے۔

حدیث - (۱۴)

قرآن پاک کے سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت

عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (صحیح بخاری صفحہ ۷۵۲ ج-۲)

ترجمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں بہتر وہ ہے جس نے قرآن کو سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔

الفاظ کی تشریح :-

تَعَلَّمَ :- سیکھا

عَلَّمَ :- سکھایا

تشریح :-

حدیث بالا میں قرآن کریم کے سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت بیان کی

گئی ہے۔ اور جو خود قرآن کو سیکھے اور پھر دوسروں کو سکھائے، اسکو بہترین شخص بتایا گیا ہے، یہ فضیلت اصلاً قرآن کے حاملین کے واسطے ہے اور ضمناً قرآن کریم سے متعلق دوسرے علوم کو سیکھنا اور سکھانا بھی اس میں شامل ہو سکتا ہے۔

کلام پاک دین کا اساس اور اصل ہے اور اسی پر دین کی بقاء اور اشاعت کا انحصار ہے۔ اور جب یہ بات ہے تو اسکے سیکھنے اور سکھانے اور تعلیم و تعلم کے افضل ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے!

سیکھنے کے لحاظ سے اعلیٰ درجۂ کمال تو یہ ہے کہ قرآن کریم کو مطالب و معانی اور مقاصد سمیت سیکھا جائے۔ اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ فقط الفاظ سیکھے۔

حدیث مذکور میں قرآن کریم کے خود سیکھنے اور سیکھ کر دوسروں کو سکھانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور یہی قرآن کریم کی اشاعت و ترویج اور بقا کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

حدیث - ۱۵

بیوہ اور مسکین کی حاجت روائی کا ثواب

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّاعِیْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِالْقَائِمِ اللَّيْلِ وَالصَّائِمِ النَّهَارِ

(صحیح بخاری ص ۸۰۵ ج ۲)

ترجمہ :۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ اور مسکین (کی پرورش) کے لئے کوشش کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا رات بھر قیام کرنے والا اور دن بھر روزہ رکھنے والا

الفاظ کی تشریح :

اَلسَّاعِیْ :۔ کوشش کرنے والا

اَلْاَرْمَلَةُ :۔ بیوہ عورت، جس کا خاوند نہ ہو

قَائِمُ اللَّیْلِ ۔۔ رات کو کھڑا ہونے والا۔ رات بھر نمازیں پڑھنے والا۔

اَلصَّائِمُ ۔۔ روزہ رکھنے والا

اَلنَّھَارُ ۔۔ دن

تشریح:

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا بہت بڑا عمل ہے اس طرح رات کا قیام اور دن کو روزہ رکھنا بھی بہت بڑی عبادت ہے ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بیوہ عورت کی خدمت اور مدد کرنا اور کسی مسکین حاجتمند کی حاجت روائی کرنا بھی بڑی عبادت اور سعادت ہے اور ان کاموں کے کرنے والے کا درجہ بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاہدین اور رات بھر قیام کرنے والوں اور دن بھر روزہ رکھنے والوں کی طرح ہے ۔

اس حدیث پاک میں بیوہ عورتوں اور مسکینوں کی حاجتوں کو پوری کرنے کی ترغیب دی گئی ہے ، معاشرہ میں ہر دو بے بس ہوتے ہیں اور ان کی اس بے بسی کو ختم کرنا بموجب حدیث، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے یا رات بھر کے قیام اور دن بھر کے روزہ رکھنے کے برابر قرار دیا گیا ہے ۔

لہٰذا ان ہر دو بے بس اور کمزوروں کی مدد و اعانت کرکے مذکورہ اجر و ثواب کے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔

حدیث - ۱۶

صلہ رحمی کے ثمرات و برکات

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُبْسَطَ لَهٗ فِىْ رِزْقِهٖ اَوْ يُنْسَأَ لَهٗ فِىْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ

(صحیح بخاری ص۸۸۵ ج۲)

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو یہ پسند کرے کہ اس کی روزی میں فراخی ہو یا عمر دراز ہو تو وہ صلۂ رحمی کرے

لفاظ کی تشریح

اَحَبَّ:۔ پسند کیا، چاہا۔ یہاں لفظ 'مَنْ' کے آجانے سے اس کے معنی ہوں گے جو پسند کرے، جو چاہے

یُبْسَطُ:۔ فراخی دی جائے۔

یُنْسَأُ:۔ تاخیر کی جائے

فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ:۔ پس وہ صلۂ رحمی کرے۔

تشریح

اللہ تعالیٰ بعض نیک اعمال کے صلے میں اس دنیا میں بھی برکتوں سے نوازتا ہے۔ ان اعمال میں سے ایک صلہ رحمی بھی ہے۔ اس سے رزق میں وسعت و فراخی اور عمر میں زیادتی اور برکت نصیب ہوتی ہے عمر کی درازی سے مراد طاعات کی توفیق ملنے کے سبب سے کسی کی عمر میں برکت ہونا اور اس کی وفات کے بعد اس کے ذکر خیر کا باقی رہنا ہے۔

الغرض یہ صلہ رحمی کے برکات اور ثمرات ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی بہت ہی زیادہ تاکید فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۱۷

والدین کی نافرمانی کا حکم

.... قَالَ حَدَّثَنِی عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِی بَکْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْکَبَائِرَ اَوْ سُئِلَ عَنِ الْکَبَائِرِ قَالَ اَلشِّرْكُ بِاللّٰہِ وَ قَتْلُ النَّفْسِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ۔

(صحیح بخاری صـ ۸۸۴ ج-۲)

ترجمہ :- عبید اللہ بن ابی بکر روایت کرتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ گناہوں کا ذکر کیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (وہ یہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور ناحق خون کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا

الفاظ کی تشریح

اَلْکَبَائِرُ :- بڑے گناہ

سُئِلَ :- پوچھا گیا

عُقُوْقُ :- (والدین کی) نافرمانی کرنا۔

تشریح

اِس حدیث پاک میں بڑے بڑے گناہوں کا ذکر ہے۔ سب سے بڑا گناہ تو شرک ہے جو ناقابلِ مغفرت ہے۔ شرک کے بعد دوسرا بڑا گناہ خونِ ناحق

ہے اور اس کے بعد والدین کی نافرمانی ہے۔ بعض احادیث میں والدین کی نافرمانی کو شرک کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔

شرک بہت بڑا ظلم اور بہت بڑا گناہ ہے۔ اور ابدی جہنم کا سبب ہے دوسرا بڑا گناہ قتلِ ناحق ہے۔ کسی مسلمان کا خون صرف قصاص یا حالت احصان میں بدکاری کا ارتکاب کرنے یا نعوذ باللہ مرتد ہونے کی وجہ سے جائز ہو جاتا ہے۔ ورنہ دوسری کسی صورت میں اس کا خون بہانا جائز نہیں

تیسرا بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے، حدیث میں "عقوق" کا لفظ آیا ہے۔ اور اس کا مفہوم و مطلب والدین کو ایذاء دینا ہے۔ چاہے کسی قسم کی ہو۔ تھوڑی ہو یا بہت۔ یا ان کا کہا نہ مانا جائے اور یا کسی چیز سے روکیں اور اس سے نہ رکا جائے ـــــ ہاں اگر والدین کسی ایسی بات کا حکم کریں اور یا منع کریں جس سے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہوتی ہو۔ تو ایسی حالت میں ان کا ماننا جائز نہیں

حدیث ۱۸

قطع رحمی کی سزا

عَنْ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ
اَنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ.

(صحیح بخاری ص ۸۸۵ ج۔ ۱)

ترجمہ :۔ حضرت ابن شہاب سے روایت ہے کہ محمد بن جبیر بن مطعم نے کہا کہ مجھے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ قطع رحمی کرنے والا (یعنی رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرنے والا) جنت میں داخل نہ ہو سکے گا

مشکل الفاظ کے معنی :

سَمِعَ :۔ سنا

قَاطِعٌ :۔ کاٹنے والا۔ قطع تعلق کرنے والا۔ یہاں قطع رحمی مراد ہے

تشریح:

اِس حدیث میں صلہ رحمی کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور قطع رحمی کو بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ قطع رحمی کے گناہ کا مرتکب جنت میں نہیں جاسکے گا۔ جنت میں جانا اس کو صرف اس وقت ممکن ہوگا۔ جب اس کی سزا پاکر پاک ہوجائے اور یا کسی اور وجہ سے معافی مل جائے۔

موجودہ دور میں خاندانوں کی بے چینی و پریشانی اور باہمی دشمنی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ لوگ صلہ رحمی کا خیال نہیں رکھتے اور آپس کے باہمی تعلقات کی بنیاد عوض و بدل اور مکافات پر رکھتے ہیں۔

اسلام اس بنیاد کو ڈھاتا اور ختم کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ جو صلہ رحمی اور تعلقات کو توڑتا ہے۔ اس کے ساتھ تعلقات جوڑے اور قائم رکھے جائیں۔ کہ یہی صلہ رحمی ہے

حدیث (۱۹)

یتیم کی پرورش کرنیوالے کا ثواب

......حَدَّثَنِی عَبْدُ الْعَزِیْزِ ابْنُ اَبِی حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنِی اَبِی قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّةِ هٰکَذَا وَقَالَ بِاِصْبَعَیْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰی (صحیح بخاری ص ۸۸۸ ج ۲)

ترجمہ :...... مجھے عبد العزیز بن ابی حازم نے روایت کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد نے روایت کیا اور کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں، انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

الفاظ کی تشریح :

کَافِلٌ :۔ کفالت کرنے والا

اَلسَّبَّابَةُ :۔ انگشتِ شہادت

اُنْوُسْطٰی :- درمیانی انگلی

قَالَ :- کہا۔ یہاں معنی ہیں اشارہ کیا

تشریح:-

اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کی پرورش اور کفالت کرنے کی ترغیب دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ والی انگلی اور درمیان والی انگلی اسطرح اٹھا کر کہ ان کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا یہ بتلایا کہ جس طرح یہ دو انگلیاں قریب قریب ہیں اور انکے درمیان تھوڑا فاصلہ اور فرق ہے۔ اسی طرح جنت میں یتیم کی پرورش کرنے والے کے مقام اور میرے مقام کے درمیان میں فاصلہ اور فرق ہوگا ـــ اور اس ارشاد سے مراد جنت میں درجات کی بلندی کی طرف اشارہ ہے ورنہ جنت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات عالیہ تک کون پہنچ سکتا ہے!

ـــ الغرض جنت میں انتہائی قرب کی طرف اشارہ ہے۔ یتیم عام ہے۔ چاہے وہ یتیم ایسا ہو جس کے ساتھ رشتہ داری ہو اور یا بالکل پرایا ہو۔ دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

حدیث (۲۰)

اللہ تعالیٰ کے رحم سے محروم

..... قَالَ حَدَّثَنِی زَیْدُ بْنُ وَھَبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَرِیْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ (صحیح بخاری ص ۸۸۹ ج ۲)

ترجمہ:۔ (حضرت اعمش روایت کرتے ہیں کہ) مجھے زید بن وھب نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے جریر بن عبداللہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (دوسروں پر) رحم نہیں کرے گا۔ اس پر رحم نہیں کیا جائیگا۔

الفاظ کی تشریح:۔

لَا یَرْحَمُ:۔ وہ رحم نہیں کرتا۔

لَا یُرْحَمُ:۔ اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

تشریح

اس حدیث شریف میں رحم کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور رحم نہ کرنے والوں کی رحمت سے محرومی کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم

فرماتے ہیں جو دوسروں پر رحم کرتا ہے۔ جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔

اسلام، رحم و رحمت اور امن و سلامتی کا پیغام دیتا ہے۔ اسلام انسانوں کو تو چھوڑو بلکہ جانوروں، پرندوں اور ہر ذی روح تک پر رحم کرنے کا حکم دیتا ہے، اللہ تعالیٰ خود رحیم و رحمان ہیں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین، تمام عالم کے لئے رحم و رحمت کا پیغام و پیام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دین اپنے ماننے والوں سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ سرتاپا اس پیام پر کاربند رہیں اور اسکے داعی اور پیام رسان ہوں

حدیث - (۲۱)

چغلخور کی سزا

فَقَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ ۔ (صحیح بخاری صفحہ ۸۹۵ ج ۲)

ترجمہ :۔ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے (ایک آدمی کے جواب میں) کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے تھے کہ چغلخور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

الفاظ کی تشریح :۔

سَمِعْتُ :۔ میں نے سنا۔ (واحد متکلم فعل ماضی مطلق کا صیغہ ہے)

يَقُوْلُ :۔ کہتا ہے۔ فرماتا ہے۔ (واحد غائب فعل مضارع ہے)

قَتَّاتٌ :۔ چغل خور

تشریح

چغل خوری ایک ایسا بڑا جرم اور گناہ ہے جو دوسرے بڑے بڑے

جرائم اور گناہوں کو جنم دیتا ہے، اور مسلمانوں کے باہم اتفاق واتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں بڑا کردار ادا کرتا ہے۔

اس حدیث پاک میں اس قبیح فعل کے ارتکاب سے بچنے کی اہمیت کو واضح کیا گیا۔ اور بتلایا گیا کہ اس جرم کے مرتکب پر جنت کے دروازے بند ہیں۔ جنت میں وہ نہیں جاسکے گا۔ جنت میں اس کا داخلہ تب ہی ہوسکے گا۔ جب وہ اس جرم عظیم کو کسی طرح سے اللہ تعالٰی سے معاف کروائے اور پھر جہنم میں اسکی سزا بھگت کر پاک وصاف ہوکر جنت کا قابل بن جائے

حدیث - (۲۲)

خرچ کرنے کا نعم البدل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللهُ أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ (صحیح بخاری صفحہ ۸۰۵ ج-۲)

ترجمہ :- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے آدم کے بیٹے خرچ کرتا رہ میں تجھ کو دیتا جاؤں گا۔

الفاظ کی تشریح :-

أَنْفِقْ :- فعل امر واحد حاضر کا صیغہ ہے۔ اور اس کا مصدر انفاق ہے انفاق کے معنی ہیں خرچ کرنا، اس لئے أَنْفِقْ کا معنی ہے خرچ کرنا

أُنْفِقْ :- میں خرچ کروں۔ واحد متکلم کا صیغہ ہے

عَلَيْكَ :- تجھ پر

تشریح :

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اس حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے بظاہر جو کمی

واقع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسکو پوری کر دیتے ہیں۔ خرچ کر کے کمی کا غم نہیں کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس خزائن ہیں۔ اور اس نے نعم البدل دینے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ	اور جو خرچ کرتے ہو کچھ چیز وہ
فَہُوَ یُخْلِفُہٗ وَہُوَ خَیْرُ	اس کا عوض دیتا ہے اور وہ بہتر
الرّٰزِقِیْنَ ۔	ہے روزی دینے والا
سورۃ سبا (رکوع ۵)	(ترجمہ شیخ الہندؒ)

الغرض مذکورہ حدیث پاک میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی۔ چاہے یہ خرچ اپنے اہل وعیال پر ہو یا دگر حاجتمندوں اور مسکینوں پر، اور بے بس وکمزوروں پر مثلاً یتیم، بیوہ وغیرہ ہو۔ تمام کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں

حدیث - (۲۳)

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کا اجر وثواب

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَۃً عَلٰی اَھْلِہٖ وَھُوَ یَحْتَسِبُھَا کَانَتْ لَہٗ صَدَقَۃً

ترجمہ :- حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔ اور وہ ثواب کی نیت سے ایسا کرتا ہے، تو یہ (خرچ کرنا) اس کیلئے (بمنزلہ) صدقہ ہوگا۔

الفاظ کی تشریح

اِذَا :- جب

اَنْفَقَ :- اس نے خرچ کیا۔ (یہاں لفظ اِذَا آنے کی وجہ سے ترجمہ یوں ہوگا۔ جب وہ خرچ کرے۔

یَحْتَسِبُھَا :- وہ اس سے ثواب کی امید رکھتا ہے

تشریح

اس حدیث شریف میں اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کا ثواب بیان کیا گیا۔ ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتا ہے۔ تو اس کا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا صدقہ کی طرح ہے اور اس کو صدقہ (یعنی خیرات) کرنے کا ثواب ملے گا۔

اس میں ترغیب ہے کہ اپنے اہل و عیال اور بیوی بچوں پر خرچ کرنے میں بخل نہیں کرنا چاہیئے اور اس سلسلے میں ان پر تنگی کرنا مناسب نہیں اہل و عیال پر خرچ کرنے میں انسان اگرچہ شرعاً و قانوناً اور اخلاقاً پابند ہوتا ہے۔ اور ان کے حقوق کی ادائیگی اُس پر فرض و واجب ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر وہ اس میں ثواب کی نیت کرتا ہے، تو یہ بھی اس کو صدقہ و خیرات کا ثواب دلاتا ہے

حدیث - (۲۴)

چھوٹے سے چھوٹا صدقہ بھی باعثِ نجات ہے

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللہِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَدِیَّ بْنَ حَاتِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہُ علیہ وسلم یَقُوْلُ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ

(صحیح بخاری ص۱۰۹ ج۱)

ترجمہ :- حضرت ابو اسحاق سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن معقل سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے عدی بن حاتم سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ آگ سے بچو۔ اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی کیوں نہ ہو)

الفاظ کی تشریح

اِتَّقُوْا :- بچو

شِقٌّ :- ٹکڑا آدھا

تَمْرَۃٌ :- کھجور

تشریح

اِس حدیث میں صدقہ وخیرات کی اہمیت وبرکت اور اجر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا کہ صدقہ انسان کو آگ سے نجات دلاتا ہے۔ اور اس سلسلے میں ظاہر کیا گیا کہ چھوٹے سے چھوٹے صدقہ سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیئے اگر کسی کے پاس زیادہ نہ ہو، تو تھوڑا بھی صدقہ میں دے سکتا ہے۔ اور اخلاص کی وجہ سے وہ تھوڑا بھی بہت اجر وثواب دلانے کا سبب اور آگ سے نجات دلانے کا باعث بن سکتا ہے۔

اس حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ زکوٰۃ جو فرض ہے، اس کے علاوہ بھی خیرات وصدقہ کرنا چاہیئے۔ چاہے کوئی نصاب زکوٰۃ کا مالک ہو یا نہ ہو، اور چاہے وہ بہت ہی کم کیوں نہ دے سکتا ہو۔

قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرنے کے بڑے بڑے اجر وثواب مذکور ہیں۔

حدیث (۲۵)

بہترین صدقہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُ الصَّدَقَةِ مَا کَانَ عَنْ ظَهْرِ الْغِنٰی وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ

(صحیح بخاری ص۸۰۶ ج۔ ۲)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر صدقہ وہ ہے جس کے دینے کے بعد (بھی) مالدار رہے، اور پہلے ان لوگوں سے شروع کرو۔ جن کی تم پرورش کر رہے ہو

الفاظ کی تشریح

عَنْ ظَهْرِ غِنًی :۔ یعنی جس صدقہ میں خرچ کرنے کے بعد بھی مالداری برقرار رہے

تَعُوْلُ :۔ تم پرورش کرتے ہو۔

اِبْدَأْ :۔ تم شروع کرو۔

تشریح :-

اس حدیث شریف میں صدقہ کرنے کی حدود اور اس کے بہترین مصرف کی نشاندہی فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی آدمی مالدار رہے۔ ایسا نہ ہو کہ خود سارا مال صدقہ کر کے خود دوسروں کا دستِ نگر بنے اور پھر اس سے اس کا تحمل بھی نہ ہوسکے دوسری بات یہ ہے کہ سب سے پہلے ان لوگوں پر خرچ کیا جائے جو اس کے زیر کفالت ہیں۔ یہ ایک بہترین مصرف ہے اور اس لیے دوگنا اجر و ثواب ہے۔

حدیث شریف میں صدقہ و خیرات کرنے کی ترغیب کیساتھ ساتھ اس امر کی بھی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ خیرات و صدقہ کرتے وقت اعتدال کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ اعتدال سے بڑھنا بعد میں خود اس کے دل کی پریشانی اور بے قراری کا سبب بنے۔

دوسری بات جو حدیث شریف سے مستفاد ہوتی ہے وہ یہ کہ خرچ کرتے وقت حفظِ مراتب کا بھی خیال رکھنا چاہیئے، حدیث کے آخری جزء میں اسی حفظِ مراتب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صدقہ و خیرات کا اولین مصرف زیرِ کفالت اہل و عیال کو قرار دیا گیا۔ اور انہی سے شروع کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس کے بعد دوسرے درجات ہیں۔

حدیث ۔ (۲۶)

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی قوت کا سبب ہے

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ
اِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضاً
وَشَبَّکَ اَصَابِعَہٗ (صحیح بخاری ص ۶۹ ۔ ج ۔ ۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا، کہ مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط رکھتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں ۔

الفاظ کی تشریح:۔

بُنْیَانٌ :۔ عمارت، مکان، احاطہ کی دیوار
یَشُدُّ :۔ مضبوط کرتا ہے۔ قوت پہنچاتا ہے
شَبَّکَ :۔ اس نے ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں

اُصَابِعُ :- اِصْبَعْ کی جمع - انگلیاں

تشریح :-

اس حدیث میں بیان ہے کہ ایک مؤمن دوسرے مومن کا مددگار و معاون اور تقویت وقوت کا سبب ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں کی یہ مثال دی کہ جیسے کسی مکان کا ایک حصہ اور ٹکڑا دوسرے حصے اور ٹکڑے کی مضبوطی و استحکام کا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح مومن بھی ایک دوسرے کے لئے قوت ومضبوطی کے سبب و باعث ہوتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید توضیح وتشریح کے واسطے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں۔ اور ظاہر فرمایا کہ جس طرح یہ انگلیاں آپس میں مل گئی ہیں۔ اسی طرح مؤمن بھی ایک دوسرے کے ساتھ باہم ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال ارشاد فرما کر مسلمانوں کو آپس میں مل بیٹھنے اور ایک دوسرے کی معاونت و مدد کرنے کی ترغیب وتلقین اور تاکید فرمائی

حدیث ۔ ۲۷

باہمی محبت اور الفت میں مومن کی مثال

حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَکَرِیَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُہٗ
یَقُوْلُ سَمِعْتُ النُّعْمٰنَ بْنَ بَشِیْرٍ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَرَاحُمِھِمْ وَ
تَوَادِّھِمْ وَتَعَاطُفِھِمْ کَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَکٰی عُضْوًا
تَدَاعٰی لَہٗ سَائِرُ جَسَدِہٖ بِالسَّھَرِ وَالْحُمّٰی

(صحیح بخاری ص ۸۸۹ ج ۲)

ترجمہ: ..... عامر سے روایت ہے کہ میں نے نعمان بن بشیر کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مسلمانوں کو باہم رحم کرنے اور آپس میں دوستی رکھنے اور باہم مہربانی برتنے میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے، کہ جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو بے خوابی اور بخار کی دعوت دیگا

تشریح الفاظ: ___________

تَرَاحُمُ :- باہم رحم کرنا

تَوَادُّ :- باہمی دوستی رکھنا

تَعَاطُفُ :- باہم مہربانی برتنا

تَدَاعیٰ :- دعوت دیتا ہے

سَھَرُ :- بے خوابی - بیداری - ساری رات بیدار ہونا

اَلْحُمّیٰ :- بخار

تشریح :-

تمام امت ایک جسم کی طرح ہے اور اس کے افراد اس جسم کے اعضأ ہیں۔ جس طرح ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے۔ تو اس کے لئے سارا جسم بے قرار و بے چین ہوتا ہے۔ اسی طرح جب ایک مسلمان کو تکلیف ہو تو پوری امت کو اس کا احساس کرنا چاہیئے۔

مسلمانوں کی آپس میں محبت والفت، اسلامی اخوت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور اسی اسلامی اخوت کی بناء پر وہ ایک دوسرے کے دکھ درد اور تکلیف کا احساس کرتے ہیں، مسلمان دنیا کے جس گوشے اور کونے میں ہوں وہ اس اسلامی اخوت کی بنا پر جسم واحد کی طرح ہیں

حدیث مذکو میں اس اسلامی اخوت سے پیدا شدہ باہمی الفت و رحمت اور دوستی و مہربانی کی طرف اشارہ ہے اور اسلام اپنے پیرؤں

سے یہی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ہر مکان و ہر زمان میں اسی اخوت اور اسی
وحدت کے اوصاف سے متصف ہوں۔ اور ایک دوسرے کے دکھ
درد اور تکلیف میں باہم شریک ہوں۔

حدیث (۲۸)

باہمی محبت و الفت کا حکم

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثَ لَيَالٍ (صحیح بخاری ص ۸۹۶ ج - ۲)

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ایک دوسرے کے ساتھ ترک ملاقات کرو۔ اور اللہ کے بندے سب بھائی بھائی رہو۔ اور کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اپنے

(مسلمان) بھائی سے تین راتوں سے زیادہ ناراض ہوکر) ترکِ تعلق کرے۔

الفاظ کی تشریح :

لَاتَبَاغَضُوْا :۔ تباغضوا کا لفظ "تَبَاغُضْ" سے نکلا ہے۔ تَبَاغُضْ کے معنی ہیں ایک دوسرے سے بغض رکھنا۔ ایک دوسرے سے دشمنی کرنا۔ ایک دوسرے سے نفرت کرنا۔

لَاتَبَاغَضُوْا :۔ "تم ایک دوسرے کیساتھ بغض نہ رکھو"

لَاتَحَاسَدُوْا :۔ تحاسدوا کا لفظ "تَحَاسُدُ" سے بنا ہے۔ تحاسد کا مطلب ہے ایک دوسرے سے حسد کرنا۔ ایک دوسرے کے زوالِ نعمت کی تمنا کرنا۔

لهذا لاتحاسدوا کا معنی ہوا "تم ایک دوسرے سے حسد نہ کرو"

وَلَاتَدَابَرُوْا :۔ 'تدابروا' کا لفظ تَدَابُرْ سے مأخوذ ہے ـــ تدابر کے معنی ہیں۔ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنا۔ باہم دشمنی کرنا۔ اختلاف کرنا۔ ترکِ ملاقات کرنا۔ قطع تعلقات کرنا۔

لہذا "لَاتَدَابَرُوْا" کے معنی ہوئے۔ "تم ایک دوسرے کے ساتھ ترکِ (قطعِ) ملاقات نہ کرو۔

اِخْوَانٌ :۔ 'اِخْوَانٌ' اَخٌ کی جمع ہے۔ اَخٌ کے معنی ہیں بھائی

یَھْجُرَ :۔ "یھجر "ھَجْرٌ" سے بنا ہے ھجر کے معنی ہیں قطع تعلق

کرنا ۔ چھوڑنا ، ترک کرنا ۔ اعراض کرنا ۔

فَوْقَ :۔ اوپر ۔ زیادہ

لَیَالٍ :۔ "لیال" لیل کی جمع ہے ۔ لیال :۔ راتیں

تشریح

حدیث ہذا میں مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق اور شیرازہ بندی کے اہم اصول اور بنیاد کو ظاہر کیا گیا۔ اگر مسلمانانِ عالم ان اصول کو اپنا کر ان پر کاربند ہو جائیں تو دین و دنیا کی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوں۔ اور یہ دنیا بھی ان کے لئے جنت کدہ بن جائے۔

باہمی اتفاق و اتحاد اور ربط و تعلق کو نیست و نابود اور ختم کرنے کے اسباب میں سے بڑے بڑے اسباب باہمی بغض رکھنا اور ایک دوسرے کے ساتھ حسد کرنا اور ایک دوسرے کے ساتھ ترک تعلق کر کے دشمنی کرنا ہیں حدیث مذکورہ میں ان اسباب کا قلع قمع کر دیا گیا۔ اور ان چیزوں کے اختیار کرنے سے تاکید کیساتھ منع فرما کر آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنے کا حکم دیا گیا۔ حدیث کے آخری جزو میں مزید تاکید کی گئی کہ کسی مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے ناراض ہو کر تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق کرنا جائز نہیں۔

ہاں اگر یہ باہمی بغض و حسد اور یہ ترکِ تعلق و ملاقات کسی دینی امر کی وجہ سے ہو۔ تو یہ ایک استثنائی صورت ہے۔

حدیث - ۲۹،

بہترین عمل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ (صحیح بخاری ص۹ - ج ۱)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام میں (یعنی اسلامی اعمال میں) کیا چیز زیادہ اچھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا کھلاؤ اور سلام کرو (اس شخص کو بھی) جس کو پہچانتے ہو اور (اس کو بھی) جسے پہچانتے نہیں ہو

الفاظ کی تشریح

تُطْعِمُ :۔ یہ لفظ " اِطْعَامٌ " سے مأخوذ ہے۔ اطعام کے معنی ہیں کھلانا۔ تطعم کے معنی ہیں تم کھانا کھلاؤ۔ واحد مخاطب مذکر فعل مضارع کا صیغہ ہے

تَقْرَئُ :۔ " قِرَأَۃٌ " سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں پڑھنا، تقرئ بھی واحد مخاطب مذکر فعل مضارع کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی ہوئے کہ تم پڑھو۔ لیکن اردو محاورہ میں " تم سلام پڑھو " نہیں کہتے، بلکہ " تم سلام کرو " بولتے ہیں۔ لہذا ترجمہ میں اس کا لحاظ رکھا گیا۔

عَرَفْتَ :۔ لفظی ترجمہ ہے۔ تو نے پہچانا

لَمْ تَعْرِفْ :۔ تو نے نہیں پہچانا۔

تشریح :

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کو کھانا کھلانے اور واقف اور ناواقف کو سلام کرنے کو اعمال میں بہترین قرار دیا گیا۔ بعض دوسری حدیثوں میں بعض دوسرے اعمال مثلاً اللہ کا ذکر، جہاد، والدین کی خدمت بہترین اعمال قرار دیئے گئے ہیں ۔ اس میں کوئی تضاد نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جوابات ارشاد فرمائے ہیں تو ان میں فرق پوچھنے والوں کی حالت ضرورت

اور موقع ومحل کے لحاظ سے ہے۔ اور یہ سب اعمال مختلف پہلوؤں اور وجوہات سے اہمیت کے حامل ہیں۔ اسوقت جسطرح کہ دوسرے فرائض

وواجبات اور سنن میں ہم سے کوتاہی وغفلت ہو رہی ہے۔ سلام میں بھی ہم سے بڑی کوتاہی ہو رہی ہے۔ لہٰذا اشد ضروری ہے کہ اس سنت کو بھی زندہ کریں سلام کرنا سنت ہے۔ اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔

حدیث ۔(۳۰)

مظلوم اور ظالم کی مدد

اَنَا عبید اللہ بن ابی بکر بن انس و حمید سمعا اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِماً اَوْ مَظْلُوْماً۔ (صحیح بخاری صفحہ ۳۳۰ ج ۱)

ترجمہ :۔ عبداللہ بن ابی بکر بن انس اور حمید نے حضرت انس بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مسلمان) بھائی کی مدد کرو (چاہے) ظالم ہو یا کہ مظلوم۔

الفاظ کی تشریح

یَقُوْلُ :۔ کہتا ہے

قَالَ :۔ کہا

اُنْصُرْ :۔ مدد کرو

ظَالِمٌ :۔ ظلم کرنے والا

مَظْلُوْمٌ :۔ جس پر ظلم ہو چکا ہو

تشریح

اس حدیث میں بیان فرمایا گیا کہ مسلمانوں کی ہر حالت میں مدد کرنی چاہئیے۔ اگر وہ کسی پر ظلم کرتا ہے اور ظالم ہے تو اس کو ظلم سے روکنا اسکی مدد کرنا ہے۔ کیونکہ اس کو ظلم سے روک کر اس کو دنیا و آخرت کی سزا و عذاب سے بچانا ہے اور یہ اسکی مدد کرنا ہے۔

اور مظلوم کو ظالم کے ظلم سے چھڑانا مظلوم کی مدد کرنا ہے۔

حدیث مذکور میں ظالم کو ظلم سے باز رکھنے اور مظلوم کو ظالم کے پنجے سے چھڑانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور موقع محل دیکھ کر اس پہ کاربند رہنا چاہئیے۔ اگر مسلمان اسلام کے اس زریں حکم پر عمل کریں گے تو ان کے آپس میں بہت سے امور کا بروقت تصفیہ ہو جاتا ہے۔ ظالم جو ظلم کرتے وقت غیظ و غضب سے مغلوب العقل ہوتا ہے۔ اس کو ظلم سے روک کر اسکی بروقت مدد کی جاتی ہے۔ اور اس سے وہ دنیا و آخرت کی بہت سی سزاؤں اور عذابوں سے بچ جاتا ہے

حدیث - ۳۱

قیدی کی رہائی، دعوت کے قبول کرنے اور مریض کی عیادت کا حکم

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فُکُّوْا الْعَانِیَ وَاَجِیْبُوْا الدَّاعِیَ وَعُوْدُوْا الْمَرِیْضَ

(صحیح بخاری ص ج ۲)

ترجمہ :۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیدی کو چھڑاؤ اور دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرو اور مریض کی بیمار پرسی کرو۔

الفاظ کی تشریح

فُکُّوْا :۔ جمع حاضر فعل امر کا صیغہ ہے " فَکٌّ " سے ماخوذ ہے۔ جس کے معانی ہیں رہا کرنا پس " فُکُّوْا " کے معنی ہوئے۔ تم رہا کرو۔

اَلْعَانِیْ :۔ اسیر، قیدی

اَجِیْبُوْا :۔ جمع حاضر فعل امر کا صیغہ ہے۔ " اِجَابَۃٌ " سے ماخوذ ہے۔ بمعنی

قبول کرنا - اجیبوا :- تم قبول کرو

الدَّاعِیْ :- دعوت کرنے والا - بلانے والا

عُوْدُوْا :- عِیَادَۃٌ سے ماخوذ ہے جسکے معنی ہیں بیمار پرسی کرنا۔ عُوْدُوْا کے معنی ہیں تم عیادت کرو۔

تشریح

اِس حدیث میں حسنِ معاشرت کے آداب بیان ہو چکے ہیں۔ حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ جو ناحق قید ہو چکا ہو۔ اس کو اس قید سے چھڑاؤ تاکہ ظلم سے بچ سکے حدیث کے دوسرے جزء میں بیان ہے کہ اگر کوئی کھانے کی دعوت کرے تو اِس دعوت کو قبول کر لیا کرو۔ دعوت سے مراد دعوت ولیمہ ہے

آخری حصہ میں مریض کی عیادت کا حکم ہے۔ مریض کی عیادت کرنا سنت ہے عیادت میں مریض کی تیمارداری بھی شامل ہے۔ اگر کوئی اور اس مریض کی دیکھ بھال اور تیمارداری کے لئے نہ ہو۔ تو پھر یہ عیادت واجب ہوتی ہے۔

حدیث - ۳۲

بہترین اخلاق

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو حِیْنَ قَدِمَ مَعَ مُعَاوِیَۃَ اِلَی الْکُوْفَۃِ فَذَکَرَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَمْ یَکُنْ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَّقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَخْیَرِکُمْ اَحْسَنَکُمْ خُلُقًا۔

(صحیح بخاری صہ ۸۹۱ ج ۔ ۲)

ترجمہ :۔ مسروق سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہما کے ساتھ کوفہ میں آئے تو ہم ان (عبداللہ بن عمرو) کے پاس گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آیا تو کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت گو

اور بدزبان نہ تھے۔ اور (یہ بھی) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں بہترین شخص وہ ہے جو تم میں اخلاق کے لحاظ سے اچھا ہو۔

الفاظ کی تشریح

فَاحِشًا:۔ فُحْشٌ سے مأخوذ ہے۔ جس کا معنی ہے قول یا فعل میں حد سے گزرنا لیکن اس کا استعمال "قول میں حد سے گزرنے" کے لئے زیادہ ہوتا ہے اس لئے ترجمہ میں اس کا لحاظ رکھا گیا۔ لہٰذا فَاحِشٌ کے معنی ہوئے قول میں حد سے گزرنے والا۔ سخت گو۔ بدکلام

مُتَفَحِّشًا:۔ یہ لفظ "تَفَحُّشٌ" سے مأخوذ ہے۔ اور اس کے معنی ہیں بدزبانی کرنا گالی سنانا۔ لہٰذا مُتَفَحِّشٌ کے معنی ہوئے بدکلام، بدزبان

اَحْسَنُ:۔ بہترین

خُلُقًا:۔ خلق کے معنی ہیں: عادت، مروت طبیعت

تشریح:۔

اِس حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کے عملی اور قولی ہر دو پہلوؤں کا بیان ہے۔ اور اس سے اچھے اخلاق کی اہمیت بخوبی روشن اور ظاہر ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہی مکارم اخلاق کی تکمیل کے واسطے ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ ترین اخلاق کا عملی نمونہ ہونے کے ساتھ ساتھ قولاً بھی (زبان سے بھی) اخلاقِ حسنہ کی اہمیت

کو ظاہر فرمایا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر پیرو، ہر امتی اور ہر نام لیوا
سے مطالبہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں ڈوب کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے محبوبانہ اداؤں اور دلبرانہ اخلاق پر مر مٹنے کے ساتھ ساتھ ان کی کامل اتباع اور
پیروی اختیار کرے اور زبانِ رسالت سے "بہترین شخص" کہلائے جانے کے لیئے
کو عملاً اہل ثابت کرلے

حدیث ۔ (۳۴)

اپنے ہاتھ سے محنت کا حکم

عَنِ الْمِقْدَامِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ اَنْ یَاْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ وَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ ۔

(صحیح بخاری ص۲۷۸ ج ۱)

ترجمہ :۔ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی (شخص) نے کوئی بہتر کھانا اس کھانے سے بہتر نہیں کھایا جو اپنے ہاتھ کے عمل (محنت) سے کھائے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کے عمل (محنت) سے کھایا کرتے تھے

الفاظ کی تشریح

مَا :۔ نہیں

اَکَلَ :۔ کھایا

عَمَلٌ :۔ عمل ۔ محنت

اَنْ یَّاْکُلَ :۔ کہ کھائے

كَانَ يَأْكُلُ :- کھاتا تھا۔ کھایا کرتا تھا۔

تشریح :-

اِس حدیث میں محنت و مشقت کر کے روزی کمانے کی فضیلت بتائی گئی ہے۔ اور اپنے ہاتھ کی محنت سے حاصل کی ہوئی روزی کو بہترین روزی قرار دیا گیا۔ اسلام دوسروں پر بار ہونے کی بجائے خود مردِ میدان بن کر اور کما کر دوسروں پر خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور " اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى " اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ (یعنی لینے والے اور سوال کرنے والے ہاتھ) سے بہتر ہے" کا اصول و کلیہ بتا کر محنت و مشقت کر کے روزی کمانے کی ترغیب اور سوالی اور گداگر بننے سے نفرت دلائی ہے۔

اِسلام میں دین و دنیا کی تقسیم اور دوئی کا تصور نہیں مسلمان کا دنیا کمانا بھی دین اور عبادت ہے بشرطیکہ اسلامی و الٰہی احکام کے مطابق ہو۔

حدیث - (۳۴)

داڑھی رکھنے کا حکم

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ وَفِّرُوا اللِّحٰی وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ۔

(صحیح بخاری صفحہ ۸۷۵ ج ۲)

ترجمہ :- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکوں کے خلاف کرو داڑھیاں چھوڑ دو اور مونچھیں کترا دو

الفاظ کی تشریح

خَالِفُوْا :- تم خلاف کرو۔

وَفِّرُوا :- بڑھاؤ

اَللِّحٰی :- داڑھیاں

وَاَحْفُوْا :- خوب کتر ڈالو

تشریح :

اِس حدیث میں داڑھی رکھنے اور مونچھوں کے کترنے کا حکم ہے

مذکورہ حدیث میں داڑھی کے بارے میں مشرکین کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مجوس جو مشرک تھے، ان میں سے بعض داڑھیوں کو قینچی سے کاٹتے تھے اور بعض بالکل مونڈھ لیتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مجوسیوں کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا نہ مٹھی سے کم داڑھی کا قینچی سے کاٹنا جائز ہے اور نہ اس کا مونڈھنا جائز ہے۔

چاروں آئمہ کے نزدیک قبضہ (مٹھی) سے کم داڑھی رکھنا جائز نہیں۔ مٹھی سے زائد ہو تو اس زائد کو حذف کرنے کی اجازت و گنجائش ہے۔

اس حدیث سے اور اس قسم کی دوسری اور حدیثوں میں داڑھی رکھنے کا حکم وارد ہوا ہے۔ یہ ایک اسلامی شعار اور سنت نبوی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کو چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بارے میں مشابہت اختیار کرنے اور اس سنت کو زندہ کرنے میں شرم اور عار محسوس نہ کریں

حدیث ۔ ۳۵

اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک صبح اور ایک شام نکلنا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَغُدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ۔ (صحیح بخاری ص ۳۹۲ ج ۱)

ترجمہ :۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں صبح کو یا شام کو چلنا ساری دنیا سے اور جو اس میں ہے اس سے (بھی) بہتر ہے

الفاظ کی تشریح

غَدْوَةٌ :۔ صبح کو چلنا

رَوْحَةٌ :۔ شام کو چلنا

سَبِيْلِ اللّٰهِ :۔ اللہ کی راہ

تشریح

اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر صبح کو نکلنا یا شام کو نکلنا ساری دنیا سے بہتر ہے۔ دنیا فانی چیز ہے اور دین غیر فانی

اور باقی اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنا ابدی نعمتوں سے ہمکنار کرتا ہے۔ ابدی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا اور مافیہا کی کوئی قیمت و وقعت ہی نہیں۔

"فِی سَبِیلِ اللہِ" سے تو عموماً جہاد مراد لیا جاتا ہے۔ لیکن اس میں دین کی سربلندی اور اعلائے دین کی دوسری صورتیں بھی شامل ہیں۔ اصل کام دین پر خود عمل پیرا ہو کر دوسروں تک پہنچانا ہے۔ اور اس سلسلے میں اگر کوئی رکاوٹ پیش ہو تو اسے راستے سے ہٹانے کے لئے جہاد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس جہاد کی خاطر نکلنا اس حدیث پاک کی مصداق ہوتا ہے۔

دین کی سربلندی کے لئے دعوت و تبلیغ کی راہ میں نکلنا بھی اللہ تعالیٰ کی راہ ہی میں نکلنا ہے۔ اور اس حدیث پاک کی مصداق میں شامل ہے علم دین کے حصول کے واسطے نکلنے کو بھی اللہ کی راہ میں نکلنے کے مصداق میں شامل قرار دیا جا سکتا ہے۔

حدیث ـ ۳۶

اللہ تعالیٰ کی راہ میں گرد آلود قدموں کو آگ نہیں چھوئے گی

.....اَخْبَرَنِیْ اَبُوْعِیْسٰی اِسْمُہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَبْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَمَسَّہُ النَّارُ

(صحیح بخاری صـ ۳۹۴ ج ـ ۱)

ترجمہ:۔ عبدالرحمان بن جبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس بندے کے پاؤں گرد آلود ہوں (دوزخ کی) آگ اسکو چھوئے گی بھی نہیں

الفاظ کی تشریح

مَا اَغْبَرَتْ:۔ گرد آلود نہیں ہوئے
فَتَمَسَّہٗ:۔ کہ اس کو مس کرے چھوئے

تشریح :-

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکل کر جہاد کرنے یا اشاعتِ دین کا کام کرنے کی فضیلت اور اجر و ثواب کا بیان ہے - کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اٹھنے والے گرد آلود قدموں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

حدیث کے سیاق و سباق سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ "سبیل اللہ" سے یہاں مراد اللہ کے دین کی خاطر جہاد کرنا ہے - اور یہ فضیلت مجاہدین کے حصے میں آئی ہے۔ لیکن "فی سبیل اللہ" کے عموم میں دیگر شعبہائے دین بھی شامل ہو سکتے ہیں - اور ان کو بھی "سبیل اللہ" کی مصداق میں شمار کر سکتے ہیں۔

حدیث - ۳۷

جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے

عَنْ سالِمٍ اَبِی النَّضْرِ مَوْلٰی عُمَرَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ وَكَانَ كَاتِبَهٗ قَالَ كَتَبَ اِلَیْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَوْفٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ

(صحیح بخاری ص ۳۹۵ ج - ۱)

ترجمہ:- حضرت سالم ابو نضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور ان کے منشی تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس کو (یعنی عمر بن عبید اللہ کو) حضرت عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے

الفاظ کی تشریح:

وَاعْلَمُوْا :- اور جان لو

تَحْتَ :- نیچے

ظِلَالُ :- ظل کی جمع ۔ سائے

اَلسُّیُوْفُ :- السیف کی جمع ۔ تلواریں ۔

تشریح:

اس حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے حصول کا ایک ذریعہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اپنے آپ کو دین کی سربلندی کی خاطر کمالِ اخلاص کے ساتھ قربان کرنا اور اپنے آپ کو دین کے دشمنوں کی تلواروں کے سامنے کر کے ان کا مقابلہ کرنا ہے

اسلام اپنے پیروؤں کو مردِ میدان دیکھنا چاہتا ہے ۔ بوقتِ ضرورت اسلام کے دشمنوں سے مقابلہ کر کے غازی بننا اور یا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہونا ان کے لئے بڑی کامیابی قرار دیتا ہے ۔

اعلاءِ کلمۃ اللہ کی خاطر دشمنانِ دین کے خلاف جہاد کرنا دنیاوی اور اخروی کامیابیوں کے حاصل کرنے کا بڑا اور اہم ذریعہ ہے ۔ مقصودِ اصلی کمال اخلاص کے ساتھ دین کی خاطر جہاد کرنا ہے ۔ پھر چاہے میدانِ جہاد سے زندہ

صحیح واپس ہو اور یا جام شہادت نوش کرلے۔ ہر دو بڑی کامیابیاں ہیں اور جنت کے حصول کے لئے اعلیٰ ترین وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ قرآن وحدیث میں جہاد کے بڑے فضائل بیان ہو چکے ہیں۔

حدیث — (۳۸)

ذاکر اور غیر ذاکر کی مثال

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ

(صحیح بخاری ص ۹۴۸ ج - ۲)

ترجمہ :- حضرت ابو موسٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی مثال جو اپنے پروردگار کی یاد کرتا ہے ، اور اس شخص کی مثال جو یاد نہیں کرتا ، زندہ اور مردے کی سی ہے

الفاظ کی تشریح :-

مَثَلُ :- مثال

یَذْکُرُ :- ذکر کرتا ہے

حَیِّ :- زندہ

مَیِّتُ :- مردہ

تشریح :-

اللہ تعالیٰ جل وعلا شانہٗ کا ذکرِ پاک، دلوں کی آبادی، نفس کی سرسبزی و شادابی اور روح کی جلاء و تابانی کی علت اور ان سب کی زندگی اور حیات کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ان اوصاف سے متصف ہو کر اللہ تعالیٰ سے ایک نئی زندگی پاتا ہے۔ ایسی زندگی جو اصلِ زندگی ہے اور جو ابدی سعادتوں کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

ذکر نہ کرنے والا اور اللہ تعالیٰ سے غافل اس زندگی سے محروم ہوتا ہے۔ حدیث بالا میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاکر اور غیر ذاکر کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ اپنے رب کا ذکر کرنے والا زندہ کی طرح ہے اور جو ذکر نہیں کرتا وہ مردے کی طرح ہے۔

اس حدیث میں نہایت بلیغ انداز میں ذکر کی اہمیت کو ظاہر کیا گیا اور ساتھ ساتھ ذکر کرنے کی ترغیب بھی دی گئی۔

پس جس شخص کو حیاتِ قلب و روح درکار ہو وہ ہر وقت ذکرِ رب سے رطب اللسان رہے

حدیث - ۳۹

اللہ تعالےٰ کے اسماء

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ (صحیح بخاری ص ۳۸۲ ج-۱)

ترجمہ :- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ننانوے۔ ایک کم سو نام ہیں۔ جس نے بھی ان کو یاد کیا جنت میں جائے گا۔

الفاظ کی تشریح

تِسْعَةٌ وَّتِسْعِیْنَ :- ننانوے

مِائَةٌ :- سو

اَحْصَا :- یاد کیا

تشریح

اِس حدیث میں اللہ تعالےٰ کے اسماء کو یاد کرنے اور یاد کر کے اس پر مواظبت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور ارشاد فرمایا گیا کہ

• اللہ تعالےٰ کے اسماء کو یاد کرنا اور ان کے ذکر پر مداومت اختیار کرنا جنت میں داخلے کا باعث ہے۔

آخرت کی نعمتوں سے ہمکنار کرنے کے علاوہ دنیا میں بھی دل کے سکون اور اطمینان کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ کہ یہ ذکر الٰہی ہے اور ذکر اللہ کا دل کے اطمینان کا باعث اور سبب ہونا قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ	خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر (میں ایسی ہی خاصیت ہے کہ اس) سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔
(الرعد۔ رکوع ۴)	

(تفسیر بیان القرآن صـ۱۱۳ ج : ۵)

حدیث - (۱۰۴)

تسبیح اور تحمید کا ثواب

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ

(صحیح بخاری ص ۱۲۹ ج - ۲)

ترجمہ :- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو رحمان کو بہت پسند ہیں۔ زبان پر ہلکے ہیں، ترازو میں وزنی ہیں۔ (وہ کلمے یہ ہیں)

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ

الفاظ کی تشریح

کَلِمَتَانِ :- دو کلمے۔ کَلِمَةٌ کا تثنیہ ہے

حَبِیْبَتَانِ :- حَبِیْبَةٌ کا تثنیہ ہے۔ حبیبۃ کے معنی ہیں محبوب۔ پسند

اَللِّسَانُ :- لسان کے معنی ہیں زبان۔

ثَقِیْلَتَانِ، ثَقِیْلَۃٌ کا تثنیہ ہے ثَقِیْلَۃٌ کے معنی ہیں بھاری، وزنی
المِیْزَانُ :- ترازو

تشریح :

یہ حدیث پاک بخاری شریف کی آخری حدیث ہے اس میں دو کلموں یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ کی فضیلت اور اجر و ثواب کا بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ دو کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب اور پسند ہیں۔

یہ کلمات، زبان کی ادائیگی کے لحاظ سے آسان ہیں۔ ان کے حروف اور الفاظ تھوڑے ہیں۔ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے لیکن اجر و ثواب کے لحاظ سے یہ کلمات بہت بھاری ہیں۔ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا
اس حدیث پاک میں مذکورہ کلمات کے ساتھ ذکر کرنے کی ترغیب اور تلقین ہے۔ یہ ایک جامع ذکر ہے "سُبْحَانَ اللّٰہِ" میں اس امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے پاک اور منزہ ہے جو اسکی شان کے لائق اور اس کے شایان شان نہیں۔
"وَبِحَمْدِہٖ" میں اللہ تعالیٰ کے لئے عمدہ سے عمدہ تعریف و ثناء کے مستحق ہونے اور کمال و جمال کے جملہ اوصاف کے ساتھ جو اسکے شایان شان ہوں

اس کے متصف ہونے کا اعتراف و اقرار اور اثبات ہے۔
اور "اَلْعَظِیْم" میں اللہ تعالیٰ جل وعلا شانہٗ کی عظمت وکبریائی
کی طرف اشارہ ہے
(واللہ اعلم وعلمہٗ اتم)